اللہ تعالیٰ نے انسان کی استعدادوں کی کامل نشوونما اور ان کی ہر ضرورت کو پورا کرنے کا سامان کیا ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲ رستمبر ۱۹۷۷ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ۝۳۳ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ دَآىِٕبَیْنِ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ ۝۳۴ وَ اٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۝۳۵ (ابراھیم: ۳۳ تا ۳۵)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ۝۴۲ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا ۝۴۳ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓىِٕكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ؕ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ۝۴۴ (الاحزاب: ۴۲ تا ۴۴)

پھر حضور انور نے فرمایا:-

یہ بتانے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہے اور ان کو انسان کی خدمت پر لگایا ہے اور یہ بتانے کے بعد کہ دو بنیادی اشیاء پیدا کی گئی ہیں ایک پانی اور ایک روشنی، پانی سے زندگی کا قیام ہوتا ہے اور روشنی سے ترقیات کے دروازے کھلتے ہیں، پھر اس

مضمون پر قرآن کریم نے مختلف جگہوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی مگر اس تفصیل میں تو میں اس وقت نہیں جاؤں گا۔ بہرحال اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے آسمان اور زمین کو تمہارے لئے پیدا کیا ہے اور اس میں پانی پیدا کیا ہے جس سے پھل پیدا ہوتے ہیں جس میں اور بہت سے فوائد ہیں جو انسان اُٹھاتا ہے اور سورج اور چاند کو پیدا کیا، نور کو پیدا کیا، روشنی کو پیدا کیا، دن کو پیدا کیا اور رات کو پیدا کیا اور اس طرح اس نے تمہاری ترقیات کے دروازے کھولے۔ یہ بتانے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ اٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ تم نے جو بھی مانگا میں نے تمہیں دے دیا اور اس قدر احسان ہیں کہ تم خدا تعالیٰ کے احسانوں کو گن نہیں سکتے۔

مانگنے کے دو پہلو ہیں ایک وہ مانگنا ہے جو دعا کے ذریعہ سے مانگا جاتا ہے اور ایک وہ مانگنا ہے جو احتیاج کے نتیجہ میں مانگا جاتا ہے سؤل کے معنے حاجت کے ہیں۔ دعا بھی دراصل انسان اپنی ضرورت کے لئے خدا سے مانگتا ہے اور دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں بلکہ ایک لحاظ سے تو کہا جاسکتا ہے کہ ہر وہ دعا جو شرائط کے ساتھ کی جائے وہ قبول ہوتی ہے۔ کبھی اس طرح کہ جو چیز خدا سے مانگی جائے اور وہ اس کی بھلائی میں ہوتی ہے اور اسے مل جاتی ہے۔ کبھی اس طرح بھی ہوتا ہے کہ جس طرح ایک بچہ آگ پر ہاتھ مارتا ہے اور اسے پکڑنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کی ماں اس کے ہاتھ کو روک لیتی ہے اسی طرح نادان انسان خدا سے وہ چیز مانگتا ہے جو اس کے لئے خیر و برکت کا موجب نہیں بن سکتی اس لئے خدا تعالیٰ اس کی بجائے کوئی اور چیز جو اس کی بھلائی کے لئے ہوتی ہے اسے عطا کر دیتا ہے۔ بعض نادان یہ سمجھتے ہیں کہ دعا قبول نہیں ہوئی لیکن خدا تعالیٰ تو بڑا رحیم ہے وہ انسان پر رحم کرنے والا ہے اور انسان کی دعاؤں کو ایک رنگ میں یا دوسرے رنگ میں سننے والا ہے۔

پس انسان جو بھی شرائط کے ساتھ اور حقیقی معنے میں دعا کرتا ہے وہ قبول ہوتی ہے لیکن یہاں جو وسیع مضمون بیان ہوا ہے وہ نمایاں ہوتا ہے۔ دوسرے پہلو سے کہ اللہ تعالیٰ ہر حاجت پوری کرتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کو ہر قسم کی طاقتیں دے کر پیدا کیا گیا ہے۔ میں پہلے بھی کئی دفعہ بتا چکا ہوں کہ قرآن کریم کے مطالعہ سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو بنیادی طور پر چار قسم کی طاقتیں دی گئی ہیں۔ جسمانی طاقتیں ہیں جو دنیا والوں کی زندگی میں نمایاں ہوتی

ہیں مثلاً مکّہ بازی میں، باکسنگ میں، کشتی میں یا مختلف دوسری کھیلوں میں یا زور آزمائی میں یا کشتی رانی میں وغیرہ وغیرہ۔ جسمانی طاقتوں کے ہزار مظاہرے ہیں۔ جسمانی طاقتیں جو صحابہ رضوان اللہ علیہم کی زندگیوں میں ظاہر ہوئیں وہ عجیب طاقت کا مظاہرہ تھا۔ اس زمانے میں کسریٰ اور قیصر کی جو بڑی بادشاہتیں تھیں ان کے مقابلہ میں مٹھی بھر مسلمانوں کو لڑنا پڑا حالانکہ دشمنانِ اسلام کے پاس دنیا کی دولتیں تھیں اور کھانے کی ہر قسم کی اشیاء ان کو میسر تھیں لیکن اس کے باوجود مسلمانوں نے جس جسمانی طاقت کا مظاہرہ کیا (میں جسمانی طاقت کی بات کر رہا ہوں) وہ نہ کسریٰ کی فوجوں نے کیا اور نہ قیصر کی فوجوں نے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں کسریٰ کے خلاف جنگ میں چودہ ہزار فوج کا کبھی اسی ہزار کی فوج سے مقابلہ ہوتا تھا اور کبھی ایک لاکھ سے۔ ایک لاکھ فوج جب مقابلہ میں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دشمن کی تعداد اوسطاً پانچ چھ گنا زیادہ تھی اگر دن میں نو گھنٹے لڑائی ہوئی ہو تو اس کا مطلب ہے ہر ڈیڑھ گھنٹے کے بعد مسلمان فوج کے سامنے ایرانیوں کی تازہ دم فوج مقابلہ پر آ گئی کیونکہ تلواروں کی لڑائی ہوتی تھی۔ ایک کے مقابلے میں ایک ہی آدمی آتا تھا چنانچہ ایرانی اپنی اگلی صفوں کو پیچھے ہٹا لے جاتے تھے اور تازہ دم فوج آگے لے آتے تھے۔ پھر ڈیڑھ گھنٹے بعد ان صفوں کو پیچھے ہٹا لے جاتے تھے اور تازہ دم فوج آگے آ جاتی تھیں۔ غرض مسلمانوں کے مقابلہ میں دشمن کی تعداد پانچ چھ گنا زیادہ تھی۔ کم وبیش نو گھنٹے روزانہ کی جنگ میں پانچ چھ دفعہ کسریٰ کی فوجوں کی اگلی صفیں پیچھے ہٹ جاتی تھیں اور تازہ دم فوج آگے آ جاتی تھی پھر اگلی صفیں پیچھے ہٹ جاتی تھیں اور ان کی جگہ تازہ دم فوج لے لیتی تھی یعنی ان کا کوئی سپاہی ڈیڑھ گھنٹے سے زیادہ نہیں لڑتا تھا اور مسلمان نو گھنٹے تک لڑ رہا ہوتا تھا گویا وہ پانچ چھ گنا زیادہ جسمانی طاقت کا مظاہرہ کر رہا ہوتا تھا۔ اگر کوئی شخص ایک سوٹی لے کر اسے ہلانا شروع کر دے تو آدھے گھنٹے کے بعد اس کا بازو شل ہو جائے گا لیکن وہاں مسلمانوں کی ذات اور ذاتی زندگی کا سوال نہیں تھا بلکہ اسلام کی زندگی کا سوال تھا، اسلام کے استحکام کا سوال تھا، اسلام کی خاطر قربانیاں دینے کا سوال تھا اس لئے انہوں نے خدا تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت کے مطابق اپنے جسموں کی جو تربیت کی تھی اور جسمانی طاقتوں کی نشوونما کی تھی اس کا اس طرح مظاہرہ کیا کہ انسانی عقل دنگ رہ گئی۔

مسلمان سپاہی کو نو گھنٹے لگا تار اس فوج کے ساتھ لڑنا پڑا جو ہر ڈیڑھ گھنٹے کے بعد ایک تازہ دم سپاہی سامنے لے آتی تھی اور اس کے باوجود مسلمانوں کو کوئی کوفت نہ ہوتی تھی پھر دو دن کے بعد بعض دفعہ تین دن کے بعد دوسری لڑائی ہوتی تھی اور مسلمان سپاہی وہی ہوتے تھے جو پہلے دن سے لڑ رہے ہوتے تھے۔ ان میں بھی کچھ زخمی اور کچھ شہید ہو جاتے تھے۔ اگرچہ زخمی ہوتے تھے، تھکے ہوتے تھے لیکن دشمن کے سامنے سینہ سپر رہتے تھے حالانکہ ان کے مقابلہ میں کسریٰ کی لاکھ کی لاکھ فوج پیچھے ہٹ جاتی تھی اور پھر ایک نئے کورکمانڈر کی ماتحتی میں ایک تازہ دم فوج سامنے آجاتی تھی اور کچھ دنوں کے بعد پھر اسی قسم کی لڑائی ہوتی تھی۔ پس عجیب شان ہے صحابہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تربیت پائی اور اپنی جسمانی طاقتوں کو خدا اور خدا کے دین کی ضرورتوں کے لئے نشوونما دے کر عظیم الشان قربانیوں کا مظاہرہ کیا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو ذہنی طاقتیں عطا کی ہیں۔ اخلاقی طاقتیں اور صلاحیتیں اور استعدادیں عطا کی ہیں اور روحانی قوتیں، صلاحیتیں اور استعدادیں عطا کی ہیں۔ بنیادی طور پر یہ چار مختلف قسم کی صلاحیتیں اور استعدادیں ہیں جو خدا تعالیٰ نے انسان کو دی ہیں۔ ہر طاقت اپنی نشوونما کے ہر مرحلہ میں خدا سے کچھ مانگتی ہے مثلاً جسمانی طاقت کو لے لیتے ہیں۔ ایک بچہ ہے جس کا پیدائش کے بعد خدا سے پہلا مطالبہ یہ ہوتا ہے کہ ماں اسے دودھ دے اس کے لئے ماں کا دودھ پینا ضروری ہوتا ہے۔ ویسے دودھ تو دودھ پینے والے بڑے ہو کر بھی پیتے ہیں، اُونٹ کا بھی، بھینس کا بھی اور گائے کا بھی اور بکری کا بھی اور بھیڑ کا بھی اور بعض جگہ ضرورت پڑے تو گھوڑے کا دودھ بھی پینے والے پی لیتے ہیں گو کم پیا جاتا ہے لیکن دنیا گھوڑے کا دودھ بھی پیتی ہے لیکن بچے کی پیدائش کے بعد بچے کا اپنے خدا سے یہ سوال ہوتا ہے اور اس کی یہ حاجت ہوتی ہے کہ اس کی پیدائش کے بعد اس کی صحیح نشوونما ماں کے دودھ سے ہو سکتی ہے بھینس کے دودھ سے نہیں ہو سکتی اس لئے وہ اسے عطا کیا جائے چنانچہ خدا تعالیٰ نے اس کے لئے ماں کا دودھ پیدا کر دیا۔ پھر وہ بڑا ہوتا ہے اور درجہ بدرجہ اس کی خوراک بدلتی جاتی ہے اور اس کے طریقے بدلتے جاتے ہیں۔ امریکہ میں ڈاکٹروں نے بڑی ریسرچ کی ہے اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ۱۸ سال تک

کھانے کے لحاظ سے انسان نوعمر یعنی چھوٹی عمر کا سمجھا جانا چاہیئے۔ خدا تعالیٰ نے ایسا انتظام کیا ہے کہ ۱۸ سال تک جسمانی ضرورت کے مطابق احتیاج کا اظہار ہوتا ہے یعنی بچہ کہتا ہے میں نے یہ کھانا ہے اور یہ نہیں کھانا یا اتنی مقدار میں دوا اور اتنی بار دو تین گھنٹے یا چھ گھنٹے کے بعد دینے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

میں نے دیکھا ہے بعض دفعہ کئی والدین اپنے ایسے بچے کے ساتھ ملاقات کے لئے آجاتے ہیں جس کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ جی ہمارا بچہ کھاتا کچھ نہیں۔ میں نے بیسیوں دفعہ ان سے کہا ہے کہ یہ تو کھانے کو تیار ہے تم اسے کھلانے کے لئے تیار نہیں اور پھر جب میں نے پوچھا کہ کیا مانگتا ہے جو آپ نہیں دیتے تو ایک دفعہ ایک بچے کے باپ نے کہا کہ یہ مونگ پھلی کھانا چاہتا ہے اور ہم مونگ پھلی کھانے نہیں دیتے کہ گلا خراب ہو جائے گا۔ ایک اور نے کہا کہ اُس کا بچہ بُھنے ہوئے چنے کھانا چاہتا ہے اور وہ اُسے بھنے ہوئے چنے نہیں دیتے کہ اس کا پیٹ خراب ہو جائے گا۔ حالانکہ بھنے ہوئے چنے جو اُس بچے کی احتیاج ہے اور جن کے کھانے کی اس کے دل میں خواہش پیدا ہوتی ہے وہ اس کو ملنے چاہئیں یہ تو سائنس کا اصول ہے لیکن خدا یہ کہتا ہے کہ جو اسے احتیاج پیدا ہوتی ہے یعنی چنے کھانے کی میں نے اس کے لئے چنے پیدا کئے ہیں اور جو مونگ پھلی کی احتیاج پیدا ہوتی ہے اس کے لئے میں نے مونگ پھلی پیدا کی ہے۔ یہ ’’سوال‘‘ ہے احتیاج کا۔ یعنی جو حاجت ہے وہ زبانِ حال سے کہہ رہی ہے کہ اے خدا! مجھے یہ دے اور خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ ہر فرد کی ہر حاجت کو پورا ہونے کا سامان پیدا کر دیا گیا ہے۔ ویسے فرد فرد کی حاجت میں بھی فرق ہے جیسا کہ میں نے ابھی بچوں کی طبیعتوں کا اختلاف بتایا ہے کہ کوئی مونگ پھلی کھانا چاہتا ہے اور کوئی بھنے ہوئے چنے۔ اسی طرح ہر فرد کی جسمانی طور پر بھی، ذہنی طور پر بھی، اخلاقی طور پر بھی اور روحانی طور پر بھی حاجات مختلف ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کی ہر حاجت جو وہ زبانِ حال سے سوال کر رہی ہے وہ پوری کر دی گئی ہے تا کہ اسے جو طاقتیں عطا کی گئی ہیں ان کی صحیح نشوونما ہو سکے۔ قرآن کریم نے جو نتیجہ نکالا ہے ہماری عقل بھی وہی نتیجہ نکالتی ہے اور وہ یہ ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم میرے احسان گننا چاہو تو تم نہیں گن سکتے۔ اب تم خود سوچ لو کہ بچپن سے لے کر مرتے دم تک اور پھر اس کے بعد کی زندگی میں بھی

خدا تعالیٰ کے بے شمار احسان ہیں جو انسان پر بارش کی طرح نازل ہوتے رہتے ہیں لیکن اس دنیا کی زندگی کو لے لیتے ہیں۔ انسان کی صحیح ضرورت اور احتیاج کو پورا کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے سامان پیدا کر رکھے ہیں یعنی جو انسانی خواہش ہے یا زبان حال کا سوال ہے اور جس چیز کا انسان کی فطرت تقاضا کر رہی ہوتی ہے اور جو انسان کی نشو ونما کے لئے ضروری ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے پیدا کرنے کے سامان کر رکھے ہیں۔

یہ بڑا وسیع مضمون ہے اور بڑا زبردست مضمون ہے۔ اس کے اندر اسلام کی برتری کا معجزانہ ثبوت ہے کہ جو چیز تم مانگتے ہو، جس چیز کی بھی تمہیں سچی حاجت اور ضرورت ہے خدا تعالیٰ نے وہ چیز تمہارے لئے پیدا کر دی ہے۔ میں اس وقت اس کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا صرف اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے کہ انسان کو چار بنیادی قوتیں اور استعدادیں اور صلاحیتیں دی گئی ہیں۔ ہر قوت کی بنیادی طور پر بے شمار احتیاجیں اور ضرورتیں ہیں اور ہر ضرورت زبان حال سے اپنے رب سے تقاضا کرتی ہے کہ اسے فلاں مرحلے پر فلاں چیز کی ضرورت ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو چیز اسے چاہیئے وہ میں نے پیدا کر دی ہے یہ ہے عظمت ہمارے رب کریم کی۔ پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میرے احسانوں کو گن نہیں سکتے۔ مگر اس کے باوجود ناشکرے انسان کی یہ حالت ہے کہ جو چیز جس غرض کے لئے پیدا کی گئی وہاں استعمال کرنے کی بجائے اس کا غلط استعمال کرتا ہے یعنی وَضْعُ الشَّیْءِ فِیْ غَیْرِ مَحَلِّهٖ (یا فِیْ غَیْرِ مَوْضِعِهٖ) ظلم کے معنے ہی یہ ہیں کہ کسی چیز کا غلط استعمال کیا جائے۔ کسی چیز کا جو محل ہے اس جگہ کی بجائے کسی اور جگہ پر غلط استعمال ظلم ہے۔ خدا تعالیٰ نے انسان کو قوتیں اور استعدادیں دیں اور ان کو پورا کرنے کے سامان دیئے وہ ان کو چھوڑ دیتا ہے اور ظلم کرنے لگ جاتا ہے یعنی ایک چیز جس غرض کے لئے بنائی گئی اس غرض کے لئے وہ اس کا استعمال نہیں کرتا بلکہ خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ اشیاء جو انسان کی احتیاجوں کو پورا کرنے کے لئے پیدا کی گئی تھیں ان کا بے محل اور غلط استعمال کرنے لگ جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے انسان کو جہاں طاقتیں دیں وہاں ان طاقتوں کی نشو ونما کا اصول بھی بتایا اور نہ ختم ہونے والی ترقیات کے دروازے انسان پر کھولے گئے ہیں کیونکہ اس زندگی کے بعد ایک ایسی زندگی عطا کی جانے والی ہے جو ختم نہیں ہوتی اور وہاں بھی ترقیات ہیں۔ حدیث میں آتا ہے

کہ ہر روز مومن جنت میں پہلے مقام سے بالاتر مقام پر ہوگا۔ غرض دنیا میں جو چیزیں پیدا کی گئی ہیں ان کے صحیح استعمال کے لئے ہدایت بھی ملنی چاہیئے تھی۔ یہ پہلو تو خالی نہیں رہ سکتا تھا اس لئے خدا نے اصول مقرر کر دیئے۔

پس خدا تعالیٰ نے انسان کی احتیاج کو پورا کرنے کے لئے بے شمار چیزیں پیدا کیں۔ خدا نے ہر شخص کی ضرورت پوری کر دی۔ کوئی ایسی ضرورت باقی نہیں رہی کہ جس کے متعلق بندہ یہ کہے کہ اے خدا تو نے میری جسمانی یا ذہنی یا اخلاقی یا روحانی نشوونما کے لئے میری یہ خواہش یا یہ ارج (Urge) یا یہ احتیاج یا یہ ضرورت تھی اس کو پورا کرنے کے لئے کوئی سامان نہیں پیدا کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان ان ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اپنی سعی سے کچھ نہیں کر سکتا اسے آسمانی ہدایت کی ضرورت ہے اور اب انسان کو جب کہ وہ اپنے کمال تک پہنچنے کے قریب پہنچا ہوا ہے اسلام میں کامل ہدایت ملی ہے۔ اسلام ایک زبردست مذہب ہے، ایک کامل شریعت ہے اور ایک زبردست تعلیم ہے۔ اسلام نے تمام چیزوں کے صحیح استعمال کے لئے انسان کو ہدایت دی ہے کہ اس طرح عمل کرو گے اور اشیاء کو اس طرح استعمال کرو گے تب تم صحیح طریقے پر فائدہ اٹھا سکو گے ورنہ ضرورت اپنی جگہ پر رہے گی ضرورت کے پورا کرنے کے سامان اپنی جگہ پر رہیں گے لیکن تم اپنی نالائقیوں کی وجہ سے پھر بھی اپنی ضرورتوں کو پورا نہیں کر سکو گے اور دنیا میں فساد پیدا کرو گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:-

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (الروم:۴۲)

کہ جو انسان کے ہاتھوں نے غلط اور ناجائز طور پر کمایا اور گناہ کئے اور خدا تعالیٰ کی عطا کا غلط استعمال کیا اس سے فساد اور ظلم پیدا ہوگیا۔ مثلاً ایٹم بم ہے۔ یہ ایک ایسی طاقت ہے جو انسان کی بھلائی میں بھی خرچ ہو سکتی ہے۔ ایک دہریہ انسان بھی یہ کہتا ہے کہ سائنس کے لحاظ سے یہ ممکن ہے کہ انسان کی بھلائی کے لئے اسے خرچ کیا جائے اور ہونا بھی ایسے ہی چاہیئے لیکن انسان کا دماغ بہک گیا اور عملاً کچھ فائدے اٹھائے اور بہت سارے نقصانات کے سامان پیدا کر دیئے اور برّ و بحر میں اس کی وجہ سے ایک فساد پیدا ہوگیا۔

غرض اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس دنیا میں جو چیزیں پیدا کی گئی ہیں ان کے صحیح استعمال کے لئے اسلام میں راہنمائی موجود ہے اگر میرے عطایا سے پورا فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو اسلام پر پورا عمل کرنا ہوگا۔ عقل بھی یہی کہتی ہے کہ جو پورا عمل نہیں کرتا وہ فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ مثلاً جو شخص پانی سے پورا فائدہ اٹھانا چاہتا ہے وہ اپنی پیاس بجھانے کے لئے ایک گھونٹ پر اکتفا نہیں کرسکتا اس کو اپنی پیاس بجھانے کے لئے پورا (کافی) پانی استعمال کرنا پڑتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم دنیا کی چیزوں سے پورا فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو اسلام پر پورا پورا عمل کرو۔ اگر تم پورا پورا عمل نہیں کرو گے اور وہ طریق اختیار نہیں کرو گے جو اسلام نے تمہیں بتایا ہے تو پھر تم پورا فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

اسلام پر پورا عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنی طاقتوں اور قوتوں اور استعدادوں کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کردیں اور کہیں کہ اے ہمارے رب! تو نے ہمیں جو قوتیں اور صلاحیتیں دی ہیں ہم تیری منشا کے مطابق اور تیری تعلیم کی روشنی میں اور اسلام جو نور دنیا کی طرف لے کر آیا ہے اس نور تلے چل کر ان کی نشوونما کریں گے اور اس سے باہر نہیں جائیں گے۔ غرض اسلام کو پورے طور پر سمجھنا اور اس پر عمل کرنا حصول مقصد کے لئے اور ہماری جو قوتیں اور استعدادیں ہیں ان کی نشوونما کے لئے ضروری ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام، اسلام کے متعلق فرماتے ہیں:-

”اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی گردن خدا کے آگے قربانی کے بکرے کی طرح رکھ دینا اور اپنے تمام ارادوں سے کھوئے جانا اور خدا کے ارادہ اور رضا میں محو ہو جانا اور خدا میں گم ہو کر ایک موت اپنے پر وارد کر لینا اور اس کی محبت ذاتی سے پورا رنگ حاصل کرے محض محبت کے جوش سے اس کی اطاعت کرنا نہ کسی اور بنا پر اور ایسی آنکھیں حاصل کرنا جو محض خدا کے ساتھ دیکھتی ہوں اور ایسے کان حاصل کرنا جو محض اس کے ساتھ سنتے ہوں اور ایسا دل پیدا کرنا جو سراسر اس کی طرف جھکا ہوا ہو اور ایسی زبان حاصل کرنا جو اس کے بلائے بولتی ہو۔ یہ وہ مقام ہے جس پر تمام سلوک ختم ہو جاتے ہیں اور انسانی قویٰ اپنے ذمہ کا تمام کام کر چکتے ہیں اور پورے طور پر انسان کی نفسانیت پر موت وارد ہو جاتی ہے تب خدا تعالیٰ کی رحمت اپنے زندہ کلام اور چمکتے

ہوئے نوروں کے ساتھ دوبارہ اس کو زندگی بخشتی ہے اور وہ خدا کے لذیذ کلام سے مشرف ہوتا ہے اور وہ دقیق در دقیق نور جس کو عقلیں دریافت نہیں کرسکتیں اور آنکھیں اس کی کُنہ تک نہیں پہنچتیں وہ خود انسان کے دل سے نزدیک ہو جاتا ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (قٓ:۱۷) یعنی ہم اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ اس سے نزدیک ہیں پس ایسا ہی وہ اپنے قرب سے فانی انسان کو مشرف کرتا ہے۔ تب وہ وقت آتا ہے کہ نابینائی دور ہو کر آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں اور انسان اپنے خدا کو ان نئی آنکھوں سے دیکھتا ہے اور اس کی آواز سنتا ہے اور اس کی نور کی چادر کے اندر اپنے تئیں لپٹا ہوا پاتا ہے تب مذہب کی غرض ختم ہو جاتی ہے اور انسان اپنے خدا کے مشاہدہ سے سفلی زندگی کا گندہ چولہ اپنے وجود پر سے پھینک دیتا ہے اور ایک نور کا پیراہن پہن لیتا ہے اور نہ صرف وعدہ کے طور پر اور نہ فقط آخرت کے انتظار میں خدا کے دیدار اور بہشت کا منتظر رہتا ہے بلکہ اسی جگہ اور اسی دنیا میں دیدار اور گفتار اور جنت کی نعمتوں کو پالیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (حٰمٓ السجدة:۳۱) یعنی جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا خدا وہ خدا ہے جو جامع صفات کاملہ ہے جس کی ذات اور صفات میں اور کوئی شریک نہیں اور یہ کہہ کر پھر وہ استقامت اختیار کرتے ہیں اور کتنے ہی زلزلے آویں اور بلائیں نازل ہوں اور موت کا سامنا ہو ان کے ایمان اور صدق میں فرق نہیں آتا ان پر فرشتے اترتے ہیں اور خدا ان سے ہمکلام ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ تم بلاؤں سے اور خوفناک دشمنوں سے مت ڈرو اور نہ گزشتہ مصیبتوں سے غمگین ہو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں اور میں اسی دنیا میں تمہیں بہشت دیتا ہوں جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا تھا۔ پس تم اس سے خوش ہو۔ اب واضح ہو کہ یہ باتیں بغیر شہادت کے نہیں اور یہ ایسے وعدے نہیں کہ جو پورے نہیں ہوئے بلکہ ہزاروں اہل دل مذہب اسلام میں اس روحانی بہشت کا مزہ چکھ چکے ہیں۔ درحقیقت اسلام وہ مذہب ہے جس کے سچے پَیروؤں کو خدا تعالیٰ نے تمام

گزشتہ راستبازوں کا وارث ٹھہرایا ہے اور ان کی متفرق نعمتیں اس امت مرحومہ کو عطا کردی ہیں اور اس نے اس دعا کو قبول کرلیا ہے جو قرآن شریف میں آپ سکھلائی تھی اور وہ یہ ہے اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ٪﴿۷﴾ (الفاتحة:۶،۷) ہمیں وہ راہ دکھلا جو ان راستبازوں کی راہ ہے جن پر تو نے ہر یک انعام اکرام کیا ہے یعنی جنہوں نے تجھ سے ہر ایک قسم کی برکتیں پائی ہیں اور تیرے مکالمہ مخاطبہ سے مشرف ہوئے ہیں اور تجھ سے دعاؤں کی قبولیتیں حاصل کی ہیں اور تیری نصرت اور مدد اور راہ نمائی ان کے شامل حال ہوئی ہے اور ان لوگوں کی راہوں سے ہمیں بچا جن پر تیرا غضب ہے اور جو تیری راہ کو چھوڑ کر اور راہوں کی طرف چلے گئے ہیں۔ یہ وہ دعا ہے جو نماز میں پانچ وقت پڑھی جاتی ہے اور یہ بتلا رہی ہے کہ اندھا ہونے کی حالت میں دنیا کی زندگی بھی ایک جہنم ہے اور پھر مرنا بھی ایک جہنم ہے اور درحقیقت خدا کا سچا تابع اور واقعی نجات پانے والا وہی ہوسکتا ہے جو خدا کو پہچان لے اور اس کی ہستی پر کامل ایمان لے آوے اور وہی ہے جو گناہ کو چھوڑ سکتا ہے اور خدا کی محبت میں محو ہوسکتا ہے''۔

(لیکچر لاہور۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۲۰ صفحہ ۱۶۰ تا ۱۶۲)

پس اسلام دنیا میں اس لئے آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہنمائی حاصل کرنے کے لئے انسان پورے طور پر اسلام کے احکام کی پابندی کرے اور کوشش کرے کہ وہ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرے لیکن جیسا کہ میں نے پہلے بھی ایک فقرہ میں یہ کہا تھا کہ انسان اپنی طاقت سے یہ نہیں کرسکتا اس کے لئے دعا کی ضرورت ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرتی ہے اور اس کے لئے اس نور کی ضرورت ہے جو مقبول دعاؤں کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتا ہے اور انسانی زندگی کے اندھیروں کو دور کر کے اسے ایک نور عطا کرتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اذۡکُرُوا اللّٰہَ ذِکۡرًا کَثِیۡرًا ۔ اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کیا کرو۔ وَّ سَبِّحُوۡہُ بُکۡرَۃً وَّ اَصِیۡلًا اور صبح وشام اس کی تسبیح میں لگے رہو۔ ہُوَ الَّذِیۡ یُصَلِّیۡ عَلَیۡکُمۡ یہ ایک بڑا زبردست وعدہ ہے اگر آپ اس کی قدر

پہچانیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم میرے ذکر میں مشغول رہو گے اور صبح و شام میری تسبیح کرو گے اور تمہارے دلوں کے اندر اسلام حقیقی معنوں میں داخل ہو جائے گا تو هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ خدا تعالیٰ کی رحمتیں تم پر نازل ہوں گی۔ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ اور خدا تعالیٰ کے فرشتوں کی دعائیں تمہارے ساتھ ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں تم پر نازل ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی طرف سے تمہارے لئے دعائیں مانگی جائیں گی اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر قسم کے ظلمات سے تمہیں نکال لیا جائے گا اور ایک نور تمہیں عطا کیا جائے گا۔ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ایسے ایمانداروں کے ساتھ جو خدا تعالیٰ کی راہ میں مجاہدہ کرنے والے ہیں اور اس کی رضا کو حاصل کرنے والے اور اسلام کو سمجھنے والے اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے والے لوگ ہیں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے معاملہ کیا کرتا ہے۔ یہ رمضان کا مہینہ دعاؤں کا مہینہ ہے۔ پس دوست دعائیں کریں کہ جو خدا تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے ہم اس کے مطابق عمل کرنے والے ہوں۔ اسلام کے مطابق زندگی گزار کر خدا تعالیٰ سے ہم یہ توفیق پائیں کہ اس کا نور ہمیں مل جائے جس کے نتیجہ میں ہماری زندگیوں سے ہر قسم کے اندھیرے اور ظلمتیں دور ہو جائیں۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۱؍نومبر ۱۹۷۷ء صفحہ ۲ تا ۶)